۱۷/ اپریل ۱۹۰۸ء

مسجد اقصیٰ قادیان

خطبہ جمعہ

تشہد، تعوذ اور تسمیہ کی تلاوت کے بعد آپ نے مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت فرمائی:-

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ اَللّٰهُ الصَّمَدُ۔ لَمْ يَلِدْ وَ لَمْ يُوْلَدْ۔ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔
(الاخلاص:۲-۵)

تمام تر نماز کے بعد جو وظائف مقرر ہیں ان میں سے چاروں قل، آیت الکرسی، اور تسبیح، تحمید اور تکبیر کے اذکار بھی ہیں۔ قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ (الکافرون:۲) کے متعلق پچھلے جمعہ کے خطبہ میں ہم بیان کر چکے ہیں۔ آج اس مختصر سورۃ کے معانی سنائے جاتے ہیں۔ اس سورۃ کے فضائل میں سے ایک یہ بھی حدیث صحیح سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ سورۃ ثواب میں قرآن شریف کے تیسرے حصہ کے برابر ہے۔ یہ بات بالکل سچی اور بہت ہی سچی ہے۔ اس واسطے کہ قرآن شریف مشتمل ہے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے مضامین، دنیوی امور یعنی اخلاقی، معاشرتی، تمدنی اور پھر بعد الموت یعنی قیامت کے متعلقہ مضامین پر۔ اس سورۃ میں چونکہ اللہ تعالیٰ کے صفات اور اس کی ذات کے متعلق ہی ذکر ہے اس

طرح سے بلحاظ تقسیم مضامین یہ سورۃ قرآن شریف کے ایک تہائی کے برابر ہے۔ یعنی قرآن کریم کے تین اہم اور ضروری مضامین میں سے ایک مضمون کا ذکر اس سورۃ میں کیا گیا ہے۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب سورۃ فاتحہ سے جو کہ قرآن شریف کی کلید اور اُمُّ الْكِتَابِ ہے شروع ہوئی ہے اور یہ اُمُّ الْكِتَابِ، ضَآلِّيْنَ پر ختم ہوئی ہے۔ ضال کہتے ہیں کسی سے محبت بے جا کرنے کو یا جہالت سے کام لینے اور سچے علوم سے نفرت اور لاپرواہی کرنے کو۔ صرف دو شخص ہی ضال کہلاتے ہیں۔ ایک تو وہ جو کسی سے بیجا محبت کرے۔ دوسرا وہ جو سچے علوم کے حصول سے مضائقہ کرے۔

انسان ہر روز علم کا محتاج ہے۔ سچائی انسان کے قلب پر علم کے ذریعہ سے ہی اثر کرتی ہے۔ پس جو علم نہیں سیکھتا اس پر جہالت آتی ہے اور دل سیاہ ہو جاتا ہے جس سے انسان اچھے اور برے، مفید اور مضر، نیک اور بد، حق و باطل میں تمیز نہیں کر سکتا۔ حدیث میں آیا ہے کہ ضال نصاریٰ ہیں۔ دیکھ لو انہوں نے اپنی آسمانی کتاب کو کس طرح اپنے تصرف میں لا کر ترجمہ در ترجمہ۔ ترجمہ در ترجمہ کیا ہے کہ اب اصل زبان کا پتہ ہی نہیں لگتا۔ صاف بات ہے کہ ترجمہ تو خیال ہے مترجم کا۔ غرض علوم الٰہی اور کتب سماوی میں انہوں نے ایسا تصرف کیا اور جہالت کا کام کیا ہے کہ وہ اصل الفاظ اب ملنے ہی محال ہیں۔

دوسری طرف حضرت مسیح کی محبت میں اتنا غلو کیا ہے کہ ان کو خدا ہی بنا لیا۔ اور اس سورۃ میں اس قوم نصاریٰ کا ذکر ہے اور یہ سورۃ قرآن شریف کے آخر میں ہے۔ اور یہ ضال کی تفسیر ہے اور ضال کا لفظ ام الکتاب کے آخر میں ہے۔ پس اس طرح سے ام الکتاب کے آخر کو قرآن کے آخر سے بھی ایک طرح کی مناسبت ہے۔

ایک صحابیؓ جو کہ میرا اپنا خیال ہے کہ غالباً وہ عیسائیوں کے پڑوس میں رہتا ہو گا وہ اس سورت کا ہر نماز میں التزام کیا کرتا تھا۔ بلکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی طرف توجہ دلائی ہے۔ چنانچہ آپؐ صبح کی سنتوں میں غالباً زیادہ تر قُلْ يٰاَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ہی پڑھا کرتے تھے۔ مغرب کی نماز (جو کہ جہری نماز ہے) میں بھی اول رکعت میں قُلْ يٰاَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ اور دوسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اکثر پڑھا کرتے تھے۔ وتروں میں بھی آنحضرتؐ کا یہی طریق تھا۔ چنانچہ پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى، دوسری میں قُلْ يٰاَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ اور تیسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ بہت پڑھا کرتے تھے۔ غرض نماز کے اندر اور نماز کے علاوہ اوراد میں اس سورۃ شریفہ کی بڑی فضیلت آئی ہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ تو کہہ دے (وہ جو اس کا کہنے والا ہے) اللہ ہے اور وہ احد ہے۔ ساری ہی صفات کاملہ سے موصوف اور ساری بدیوں سے منزہ ذات بابرکات ہے۔

یہ پاک نام اور اس کے رکھنے کا فخر صرف صرف عربوں ہی کو ہے۔ اللہ کا لفظ انہوں نے خالص کر کے صرف صرف خدا کے واسطے خاص رکھا ہے۔ اور ان کے کسی معبود 'بت' دیوی' دیوتا پر انہوں نے یہ نام کبھی بھی استعمال نہیں کیا۔ مشرک عربوں نے بھی اور شاعر عربوں نے بھی بجز خدا کی ذات کے اس لفظ کا استعمال کسی دوسرے کے حق میں نہیں کیا خواہ وہ کتنا ہی بڑا اور واجب التعظیم ان کا کیوں نہ ہو۔ یہ فخر بجز عرب کے اور کسی ملک اور قوم کو میسر نہیں۔

زبان انگریزی سے میں خود تو واقف ہوں نہیں مگر لوگوں سے سنا ہے کہ اس زبان میں بھی کوئی مفرد لفظ خاص کر کے خَالِصًا لِلّٰہِ نہیں ہے۔ ہر لفظ جو وہ خدا کے واسطے بولتے ہیں وہ ان کی زبان کے محاورے میں اوروں پر بھی بولا جاتا ہے۔

سنسکرت میں تو میں علیٰ وجہ البصیرت کہہ سکتا ہوں کہ اول ہی اول جو ان کی کتابوں میں خدا کا نام رکھا گیا ہے وہ اگنی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اگنی آگ پر بھی بولا جاتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اور اور جو نام بھی ویدوں میں پرمیشر پر بولے ہیں وہ سارے کے سارے ایسے ہی ہیں کہ جن کی خصوصیت خدا کے واسطے نہیں بلکہ وہ سب کے سب اور دیوی دیوتاؤں وغیرہ پر بھی بولے جاتے ہیں۔ یہ فخر صرف اسلام ہی کو ہے کہ خدا کا ایسا نام رکھا گیا ہے کہ جو کسی معبود وغیرہ کے واسطے نہیں بولا جاتا۔

اَحَدٌ وہ اللہ ایک ہے۔ نہ کوئی اس کے سوا معبود اور نہ اس کے سوا کوئی تمہارے نفع و ضرر کا حقیقی مالک ہے۔ کاملہ صفات سے موصوف اور ہر بدی سے منزہ اور ممتاز و پاک ذات ہے۔

اَللّٰہُ الصَّمَدُ اللہ صمد ہے۔ صمد کہتے ہیں جس کی طرف ان کی احتیاج ہو اور خود نہ محتاج ہو۔ صمد سردار کو کہتے ہیں۔ صمد اس کو کہتے ہیں کہ جس کے اندر سے نہ کچھ نکلے اور نہ اس میں کچھ گھسے۔ یہ ایسا پاک نام ہے کہ انسان کو اگر اللہ تعالیٰ کے اس نام پر کامل ایمان ہو تو اس کی ساری حاجتوں کے لئے کافی اور سارے دکھوں سے نجات کے سامان ہو جاتے ہیں۔ میں خود تجربتاً کہتا ہوں اور اس امر کی عملی شہادت دیتا ہوں کہ جب صرف اللہ ہی کو محتاج الیہ بنا لیا جاتا ہے تو بہت سے ناجائز ذرائع اور اعمال مثلاً کھانے' پینے' مکان' مہمانداری' بیوی بچوں کی تمام ضروری حاجات سے انسان بچ جاتا ہے اور انسان ایسی تنگی سے بچ جاتا ہے جو اس کو ناجائز وسائل سے ان مشکلات کا علاج کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔ جوں جوں دنیا خدا سے دور ہو کر آمدنی کے وسائل سوچتی ہے اور دنیوی آمد میں ترقی کرتی جاتی ہے توں توں

قدرت اور منشاء الٰہی ان آمدنیوں کو ایک خرچ کا کیڑا بھی لگا دیتا ہے۔ گھر کی مستورات سے ہی لو اور پھر غور کرو کہ اس قوم نے کس طرح محنت کرنا اور کاروبار خانگی سے دست برداری اختیار کی ہے۔ چرخہ کاتنا یا چکی پیس کر گھر کی ضرورت کو پورا کرنا تو گویا اس زمانہ میں گناہ بلکہ کفر کی حد تک پہنچ گیا ہے۔ کام کاج (جو کہ دراصل ایک مفید ورزش تھی جس سے مستورات کی صحت قائم رہتی اور دودھ صاف ہو کر اولاد کی پرورش اور عمدہ صحت کا باعث ہوتا تھا) تو یوں چھوٹا۔ اخراجات میں ایسی ترقی ہو گئی کہ آجکل کے لباس کو دیکھ کر مجھے تو بارہا تعجب آتا ہے۔ ایسا نکما لباس ہے کہ دس پندرہ دن کے بعد وہ نکما محض ہو کر خادمہ یا چوہڑی کے کام کا ہو جاتا ہے اور خدا کی قدرت کہ پھر وہ چوہڑی بھی اس سے بہت عرصہ تک مستفید نہیں ہو سکتی۔ وہ کپڑے کیا ہوتے ہیں؟ وہ تو ایک قسم کا مکڑی کا جالا ہوتا ہے جس میں بیٹھ کر وہ شکار کرتی ہے۔

پھر اس کے ساتھ ساتھ ایک اور خطرناک گھن لگا ہوا ہے۔ وہ یہ کہ اشیاء خوردنی کا نرخ بھی گراں ہو رہا ہے۔ ہر چیز میں گرانی ہے۔ اگر آمدنی کی ترقی ہوئی تو کیا فائدہ ہوا؟ دوسری طرف خرچ کا بڑھاؤ ہو گیا۔ بات تو وہیں رہی۔

ہمارے شہر کا ذکر ہے کہ ایک قوم دو آنے روز کے حساب سے ایک زمانہ میں مزدوری کیا کرتی تھی۔ ایک دفعہ انہوں نے مل کر یہ منصوبہ کیا کہ بجائے ۸ دن کے ۵ دن میں روپیہ لیا کریں اور جو شخص ہم میں سے اس کی خلاف ورزی کرے اس کی سزا یہ ہے کہ اس کی عورت کو طلاق۔ مگر خدا کی قدرت وہ کام نہ چل سکا اور آخر مجبوراً ان کو فتویٰ لینا پڑا کہ اب کیا کریں۔ ملاں کے پاس گئے تو اس نے کہہ دیا کہ ہماری مسجد میں چند روز مفت کام کرو۔ جواز کی راہ نکال دیں گے۔ غرض ایک تو وہ وقت تھا اور ایک اب ہے کہ وہ روپیہ روز یا بعض سوا روپیہ روزانہ کماتے ہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ کام بھی اس وقت کے برابر عمدہ اور مضبوط نہیں اور مقدار میں بھی اس وقت سے کم ہے۔ اس وقت وہی لوگ اسی مزدوری میں انجینئرنگ اور نقشہ کشی کرتے تھے اور وہی عمارت کا کام کرتے تھے مگر اب ان کاموں کے واسطے الگ ایک معقول تنخواہ کا ملازم درکار ہے۔

میرے والد صاحب ایک قسم کی لنگی (کھیس) پہنا کرتے تھے اور وہ کپڑا گھر کا بنایا ہوا ہوتا تھا۔ اس میں تلا ضرور ہوتا تھا۔ ہماری بہنوں کو فخر ہوا کرتا تھا کہ ہم اپنے والد صاحب کے پہننے کی لنگی اپنے ہاتھوں سے تیار کرتی ہیں۔

غرض ایک وہ وقت تھا کہ آمدنیاں اگرچہ کم تھیں مگر بوجہ کسب حلال ہونے کے بابرکت تھیں۔ اور

ایک یہ زمانہ ہے کہ دراصل اگر غور کیا جاوے تو آمدنیاں کم مگر خرچ زیادہ ہیں۔ آمدنی بڑھی تو خرچ بھی ساتھ ہی ترقی کر گئے۔ کیونکہ بوجہ زیادتی اخراجات کے لوگ اکثر ادھر ادھر سے آمدنی کے بڑھانے کے واسطے بہت قسم کے ناجائز وسائل اختیار کرتے ہیں۔ اکثر یہی کوشش دیکھی گئی ہے کہ روپیہ آجاوے۔ اس بات کی پروا نہیں کہ وہ حلال ہے یا حرام۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بے برکت ہوتا ہے۔

تعلیم کا حال دیکھ لو کیسی گراں ہو گئی ہے۔ حتیٰ کہ گورنمنٹ جو ترقی تعلیم کی از بس مشتاق اور حریص تھی اسے مشکلات آ گئے کہ اب وہ لڑکوں کے پاس کرنے میں مضائقہ کرتی ہے اور اس فکر میں ہے کہ کسی طرح یہ سلسلہ کمی پر آجاوے۔ اور وہ اپنے ارادوں میں کامیاب ہو گی اور ضرور ہو گی۔ کیونکہ خدا کو جب تک ان کی سلطنت منظور ہے تب تک ان کی نصرت بھی کرے گا۔

غرض یہ کہ اگر اپنی چالاکی اور ناجائز تدابیر اور ناجائز ذرائع سے مالوں کو بڑھانے کی کوشش کرو گے تو دوسری طرف خدا اس کو خاک میں ملاتا جاوے گا۔ اس وقت ایک واقعہ مجھے یاد آ گیا ہے کہ ایک شخص نہایت خوبصورت صندوق جس میں مختلف قسم کے رنگا رنگ کوئی سرخ، کوئی سفید، کوئی زرد قسم کے ٹکڑے کانچ کے تھے ایک رئیس کے پاس لایا اور پیش کیا کہ آپ اس کو خرید لیں۔ مگر وہ رئیس بڑا عقل مند تھا۔ اگرچہ مشرک تھا اور مشرک عقل مند نہیں ہوتا مگر ایک قسم کی جزوی عقل تھی۔ وہ بات کو سمجھ گیا اور کہا کہ یہ شخص شریر تو نہیں ہے اس کو دھوکہ لگا ہے۔ اگر شریر ہوتا تو اس کو میرے پاس آنے کی اس طرح جرأت نہ ہوتی۔ یہ سوچ کر اس سے کہا کہ میں ان کو خریدنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ البتہ یہ ایک ہزار روپیہ تم کو دیا جاتا ہے اس بات کے بدلے کہ تم نے ایسی نایاب چیز ہمیں دکھائی۔ وہ شخص بہت خوش ہو گیا۔ رئیس نے اس سے یہ بھی کہہ دیا کہ تم چند روز یہیں ٹھہر جاؤ۔ پھر ایک دو دن بعد بلوا کر پوچھا کہ تم نے یہ صندوق کہاں سے لیا۔ اس نے سارا ماجرا کہہ دیا کہ جب دلی کے غدر کے موقع پر افراتفری پڑی تو میں نے سنا ہوا تھا کہ بادشاہ اپنے پاس اس قسم کا ایک مختصر صندوقچہ رکھا کرتے ہیں کہ وقت ضرورت کام آوے۔ تو میں سب سے پہلے قلعہ میں کودا اور یہ صندوقچہ لے بھاگا۔ رئیس کو یقین آ گیا کہ واقعی یہی بات ہے۔ مگر اس شخص کے ساتھ کہیں دھوکا کیا گیا ہے۔ اس نے پوچھا تو پھر سارا ماجرا بیان کرو کہ یہاں آنے تک اور کیا کیا باتیں پیش آئیں۔ تو اس پر اس شخص نے بیان کیا کہ رستے میں ایک اور شخص بھی میرا ہم سفر ہوا اور اس کے پاس بھی ایک صندوق تھا اور وہ یہی تھا۔ اثنائے راہ میں وہ گاہ گاہ مجھے کھول کر اپنا صندوقچہ دکھایا بھی کرتا تھا اور ذکر کرتا تھا کہ میں نے بھی دلی کی افراتفری میں حاصل کیا ہے۔ مگر چونکہ اس کا صندوقچہ میرے سے عمدہ تھا اور اس کا مال بھی میرے مال سے اچھا تھا اور

پھروہ گاہ گاہ میرے حوالہ کر کے چلا بھی جاتا تھا اور میرا اعتبار کرتا تھا' میں اس کا اعتبار نہ کرتا اور نہ ہی صندوقچہ اسے کھول کر بتاتا۔ آخر ہوتے ہوتے مجھے اس کا صندوقچہ پسند آیا۔ میں نے موقع پا کر اپنا توپڑا رہنے دیا اور اس کا صندوقچہ لے بھاگا جو میرے خیال میں میرے والے بکس سے عمدہ اور عمدہ مال والا تھا۔ اور یہ وہی صندوقچہ ہے جو میں نے اس شخص کا حاصل کیا اور اپنا اس کے واسطے چھوڑا۔ یہ سارا واقعہ سننے کے بعد اس رئیس نے اس سے کہا کہ اب وہ ہزار روپیہ تو ہم تمہیں دے چکے اور وہ تمہاری محنت کا پھل تھا جو تمہیں مل گیا۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ یہ معمولی جھاڑ فانوس کے ٹکڑے ہیں چاہو ان کو رکھو اور چاہو پھینک دو' یہ کسی کام کے نہیں ہیں۔ اور روشنی کے داروغہ کو بلوا کر اسے ویسے ہزاروں ٹکڑے بتا دیئے۔ یہ دیکھ کر اس بے چارے کی آنکھیں کھلیں اور اپنے کئے پر پچھتایا۔ رئیس نے کہا کہ خدا رحیم کریم ہے۔ اس نے تمہاری محنت بالکل ضائع بھی نہ کی اور سزا بھی دے دی کہ تم نے چالاکی سے عمدہ مال حاصل کرنا چاہا تھا۔ الٹا اس حرص سے ایک گناہ بھی کیا اور اصل مال بھی برباد کیا۔ اس کا جو حال ہوا ہو گا اس کا ہمیں علم نہیں۔

غرض انسان چاہتا ہے کہ میں چالاکی اور دھوکہ سے کامیاب ہو جاؤں مگر خدا اس کو عین اسی رنگ میں سزا دیتا ہے اور ناکام کرتا ہے جس رنگ میں خدا کو ناراض کر کے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔ یہ قصہ کہانی نہیں بلکہ ایک واقعہ کا بیان کیا گیا اور عقل منداس سے عبرت پکڑتے ہیں۔ میں نے یہ ایک بات کہی ہے۔ تم اس سے اصل حقیقت کی طرف چلے جاؤ۔

اَللّٰہُ الصَّمَدُ حقیقت میں وہی محتاج الیہ ہے۔

لَمْ یَلِدْ اس کا کوئی بچہ نہیں کیونکہ وہ صمد ہے اور بچہ لینے کے واسطے بیوی کی حاجت ہوتی ہے۔ پس وہ لَمْ یَلِدْ ہے کیونکہ وہ صمد ہے۔ خدا کا ولد ماننے میں نہ تو خدا کی صفت صمد ہی رہتی ہے اور نہ صفت احد ہی قائم رہ سکتی ہے۔ کیونکہ بچے کے واسطے بیوی کی حاجت لازمی ہے اور پھر بیوی اسی جنس اور کفو کی چاہئے تو احد بھی نہ رہا۔ غرض یہ بالکل سچ ہے کہ لَمْ یَلِدْ ہے وہ ذات پاک۔

وَ لَمْ یُوْلَدْ اور وہ خود بھی کسی کا بیٹا نہیں۔ کیونکہ اس میں بھی والدین کی احتیاج لازمی اور کفو ضروری ہے۔ پس وہ احد ہے۔ صمد ہے۔ لَمْ یَلِدْ ہے اور لَمْ یُوْلَدْ اور لَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ذات ہے۔

دیکھو میں پھر کہتا ہوں اور درد دل سے نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ صمد ہے۔ اسی کو اپنا محتاج الیہ بنائے رکھو۔ کھانے' پینے' پہننے' عزت' اکرام' صحت' عمر' علم' بیوی' بچے اور ان کی تمام ضروریات کے واسطے

اسی کی طرف جھکو۔ میں اللہ کے نام کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جب انسان خدا کو اپنا محتاج الیہ یقین کر لیتا ہے اور اس کا کامل ایمان ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی انسان کو کسی انسان کا محتاج نہیں کرتا۔ میں اپنا ہر روزہ تجربہ بیان کرتا ہوں کہ اللہ صمد ہے۔ اسی پر ناز کرو۔ خدا کو چھوڑ کر اگر مخلوق پر بھروسہ کرو گے تو بجز ہلاکت کچھ حاصل نہ ہو گا۔ میں نصیحت کے طور پر تم کو یہ باتیں دردِ دل سے اور سچی تڑپ سے کہتا ہوں کہ وہ سب کچھ کر سکتا ہے اور ہر ایک ذرہ اس کے اختیار اور تصرف میں ہے۔

لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ کوئی رسول ہو خواہ نبی ولی ہو یا کوئی غوث و قطب' کوئی بھی اس کے لگے کا نہیں۔ کوئی بھی اس کی برابری نہیں کر سکتا۔ سب اسی کے محتاج ہیں اور اسی کے نور سے روشنی حاصل کرنے والے ہیں اور اسی سے فیض پا کر دنیا کو پہنچاتے رہتے ہیں۔ وہی ان سب کے کمال و فضل اور حسن و احسان کے انوار کا منبع اصلی ہے۔ پس جب ایسا خدا موجود ہے تو پھر ایک مومن انسان کو کیا غم ہے اور کونسی خوشی اس کی باقی رہ گئی ہے؟

حضرت اقدس فرمایا کرتے ہیں کہ کسی کو اپنے مال پر خوشی ہوتی ہے' کسی کو یار دوستوں پر' مگر مجھے یہ خوشی کافی ہے کہ میرا خدا قادر خدا ہے۔ مگر یہ باتیں ایمان' یقین' فکر اور تدبر کو چاہتی ہیں اور اس بات کو چاہتی ہیں کہ انسان ہمیشہ رہنے کے واسطے نہیں بنایا گیا۔ کسی کو کیا علم ہے کہ میں کل رہوں گا یا نہیں۔ اس واسطے میں جب کبھی وعظ کرنے کھڑا ہوتا ہوں تو ہمیشہ آخری وعظ سمجھ کر کرتا ہوں۔ خدا جانے پھر کہنے کا موقع ملے گا یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے عمل کی۔ آمین۔

خطبہ ثانیہ

ایک دوست نے کل پوچھا تھا کہ صلوٰۃ اور برکات تو سمجھے مگر یہ جو قرآن شریف میں آیا ہے کہ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (الاحزاب:۵۷) سلام اور تسلیم کیا ہوا؟

اس کے واسطے یاد رکھنا چاہئے کہ آنحضرتؐ ایک دین لائے تھے جس کا نام اسلام ہے اور وہ حقیقی خوشی' راحت اور خوشحالی کی جڑ اور سرچشمہ ہے۔ اس کی تعلیم پر چلنے سے انسان ہر دکھ سے نجات پاتا اور ہر سکھ اسے میسر ہوتا ہے۔ دیکھو میں بہت بڑی عمر پا چکا ہوں اور اب بڈھا ہو گیا ہوں اس لئے میری شہادت اس امر میں کافی ہے۔

قاعدہ ہے کہ ہر انسان کو ضرورتیں ہوتی ہیں اور کچھ اس کے ارادے اور خواہشات ہوتی ہیں۔ کبھی کبھی انسان کو ان کے پورا کرنے کی کوششوں میں غلط کارروائی کی وجہ سے تکالیف اٹھانی پڑتی ہیں اور

بجائے نفع کے نقصان بھگتنا پڑتا ہے۔ جتنی جتنی کوئی چیز نازک اور عظیم الشان ہوتی ہے اتنا ہی اسے نقصان کا زیادہ اندیشہ ہوتا ہے۔ دیکھو اسلام بڑا نازک اور عظیم الشان مذہب ہے اس لئے اسے نقصان کا اندیشہ بھی زیادہ ہے۔ خود قوم کی حالت اور نمونے کا اس پر اثر ہوتا ہے۔ افراد کی حالت سے قیاس کرلیا جاتا ہے۔ مسلمان کیسے ذلیل' مفلس اور محتاج ہیں۔ پھر یایں کیسے کیسے منصوبے کرتے ہیں۔ ان میں حد درجے کی کمزوریاں اور سستیاں اور کاہلی موجود ہے۔ فاسق فاجر اور بدمعاش اچکے ان میں بھرے پڑے ہیں۔ جیل ان سے بھرے ہوئے ہیں۔ پھر بھی جھوٹا فخر' تکبر' بڑائی اور شیخی ایسی کی جاتی ہے کہ گویا تیس مار خان یہی ہیں۔ ذرا سی بات میں وحشی بن جاتے ہیں اور جھوٹے فخر کرتے ہیں کہ تمام دنیا نے جو کچھ سیکھا ہے اسلام سے سیکھا ہے۔ اچھا اگر دنیا نے اسلام سے سیکھ لیا تو تم نے کیوں نہ سیکھا؟

غرض ان بداخلاقیوں اور افراد کے رذائل اور ردی حالت سے خود اسلام پر اعتراض اور دھبہ آتا ہے اور دشمنوں کے حملے ہوتے ہیں اور اور قوموں کو ایسے برے نمونے سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ اسی واسطے مسلمان کو حکم ہے کہ آپ کے واسطے تسلیم مانگے کہ آپ کا دین' آپ کے ارادے اور آپ کی تمام آرزوئیں ہر طرح سے محفوظ و مصئون رہیں اور کبھی کسی میں کوئی نقص یا کمزوری اور دھبہ نہ آوے۔ آمین۔

(الحکم جلد ۱۲ نمبر ۲۹--- ۲۲/ اپریل ۱۹۰۸ء صفحہ ۵ تا ۷)

☆-☆-☆-☆